شذرات

عرب، اسرائیل کے مسئلہ پر جس اندیشے کا اظہار ان کالموں میں کرتے آرہے ہیں، بالآخر وہی صورتِ حال اس وقت سامنے ہے۔ امریکا کی شروع سے یہود نواز پالیسی رہی ہے، اس میں ایک طرف وہاں کے سرمایہ دار یہودیوں کی قوت اور ثروت کو دخل ہے تو دوسری طرف عربوں کے ذخائر تیل پر کنٹرول اور دباؤ کی فکر کارفرما ہے۔ مرحوم جمال عبدالناصر عرب دنیا کی واحد شخصیت تھی جس نے تمام عربوں کو قومی محاذ پر متحد کیا تھا۔ اور ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے سربراہوں کو چھوڑ کر عرب عوام کو اپنی ترقی اور صہیونیت کے خلاف محاذ پر جمع کیا تھا۔ عرب عوام کی بیداری ہی تھی جو فلسطینی مظلوم اپنے ملک کی آزادی اور حقوق طلبی کے لیے خالی مطالبوں سے بڑھ کر انقلابی اقدام کے لیے تیار ہوگئے اور گوریلا قسم کا مقابلہ شروع کردیا، اس میں کافی کامیابی نظر آتی تھی۔ دوسری طرف سامراج نے مرحوم جمال عبدالناصر کی حکومت کو اپنا نشانہ بنایا۔ برطانیہ، فرانس اور صہیونیت نے مل کر مصر پر حملہ کیا، لیکن اتنی قوت اور بھرپور حملے کے بعد بھی ان کی تمنا پوری نہ ہوئی، حکومت روس کی دھمکی سے وہ پیچھے ہٹ گئے، اس کے بعد سیاسی میدان میں مرحوم ناصر کو نشانہ بنایا گیا، مصر میں داخلی انتشار کے لیے چالیں چلی گئیں، مسلمانوں کو باہمی اختلاف اور جھگڑوں میں رکھنے کی کوشش کی گئی، جس میں کسی حد تک ان کو کامیابی بھی ہوئی مگر مصر کی مضبوط قیادت نے اس کو بھی ختم کردیا بالآخر مرحوم ناصر پر اتنا بیرونی اور اندرونی دباؤ ڈالا گیا کہ ان کے حواس اور قویٰ ماؤف ہوگئے اور وہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس کے بعد جو قیادت آئی اُس نے شروع میں تو وہی

پالیسی اختیار کی جو مرحوم ناصر کی تھی، لیکن آگے چل کر اس میں تبدیلیاں شروع ہونے لگیں، اس میں اگر کچھ عمل و دخل، بیرونی قوتوں کا تھا تو اس سے زیادہ دخل سی آئی اے اور بیرونی سامراج کا تھا، جس کے نتیجے میں پہلی انقلابی پالیسی کو چھوڑ کر مصالحت کی پالیسی اختیار کی گئی اور بالآخر اسرائیل سے براہ راست ان کی ریاست میں جاکر ایک میز پر باتیں کرنی پڑیں، حالانکہ آخری عرب و اسرائیل لڑائی میں مصر نے کافی کامیابی حاصل کی تھی، اس کے نتیجے میں عرب حکومتوں میں شدید اختلاف اور افتراق پیدا ہوگیا، اور یہ اتحاد تین محاذوں میں بٹ گیا، جس سے سارا طاقت کا توازن صہیونیت کے حق میں چلا گیا اور یہی سامراج کی منشا تھی، اس سے فلسطینی مظلوموں کے کاز کو بھی شدید نقصان پہنچا ہے۔ اب جو بعض ممالک کو یہ خوش فہمی ہے کہ اس طرح بیت المقدس اسرائیل کے قبضے سے نکل کر مسلمانوں کو ملے گا اور اسرائیل عربوں کے دبائے ہوئے علاقوں کو واپس کرے گا، یہ سراسر خوش فہمی ہے۔ یہود کی تاریخ بتاتی ہے کہ وہ شروع سے مکاری، وعدہ خلافی اور امن کے خلاف حرکتوں کے مرتکب رہے ہیں، طاقت کے استعمال کے بغیر وہ باتوں میں ماننے والے نہیں ہیں، ان میں فساد کا عنصر اتنا غالب رہا ہے کہ اپنے انبیاء کرامؑ سے بھی وہ برسرپیکار رہے ان کے احکام کو ٹھکراتے رہے، اب دیکھنا ہے کہ جناب سادات اس جھکاؤ سے کیا فائدہ حاصل کرتے ہیں اور عربوں کے اس باہمی اختلاف ونزاع کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

اکتوبر ۱۹۷۷ء میں پاکستان کے نامور عالم، محدث اور ادیب مولانا محمد یوسف بنوری کا اچانک انتقال علمی دنیا کا ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ اور یہ ایک ایسا علمی خلا ہے کہ مستقبل قریب میں اس کے پُر ہونے کے آثار نظر نہیں آتے۔ مرحوم کی نسبی وجاہت ایک طرف تھی تو تحصیل ملکات کے لیے اکتساب اور بے تحاشا جدوجہد دوسری طرف، ان دونوں نے مولانا بنوری کو فرش سے عرش تک پہنچا دیا۔ مرحوم کی یہ خوش قسمتی کہ امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیری جیسے عظیم محدث سے ان کی خصوصی تربیت ہوئی، بارہا ہماری مولانا مرحوم سے ملاقاتیں ہوتی رہیں، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بنوری مرحوم اپنے استاذ علامہ کشمیری کے علوم کے صحیح حامل